هفت روزه

خدام الدین لاهور

بیادگار

۷ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ
۲۳ ستمبر ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

۲۵

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: «لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا» (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح یا شام گذارنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: «رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا وَالرَّوْحَۃُ یَرُوْحُھَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَوِ الْغَدْوَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا۔ (متفق علیہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کو جنت میں ایک کوڑے کی جگہ مل جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور شام کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کیلئے) جانا یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: «رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَقِیَامِہٖ، وَاِنْ مَاتَ فِیْہِ اُجْرِیَ عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ وَاُجْرِیَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ۔ (رواہ مسلم)

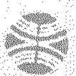
ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزے اور اس کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے اور اگر اسی حالت میں وہ مر گیا تو جو کام وہ کرتا تھا مرنے کے بعد بھی اس کے لئے جاری رہیں گے۔ اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور فتنۂ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔

عَنْ فُضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: کُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِہٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یُنْمٰی لَہٗ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَیَاْمَنُ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ» رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر میت کا عمل موت سے ختم کر دیا جاتا ہے مگر جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سرحد اسلام کی حفاظت کر رہا ہے اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ «تَضَمَّنَ اللّٰہُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِہٖ لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا جِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِیْ وَاِیْمَانٌ بِیْ وَتَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ فَھُوَ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ، اَوْ اَرْجِعَہٗ اِلٰی مَنْزِلِہِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْہُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ، اَوْ غَنِیْمَۃٍ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا مِنْ کَلْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ کُلِمَ، لَوْنُہٗ لَوْنُ دَمٍ، وَرِیْحُہٗ رِیْحُ مِسْکٍ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ یَّشُقَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِیَّۃٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَبَدًا، وَلٰکِنْ لَا اَجِدُ سَعَۃً فَاَحْمِلَھُمْ وَلَا یَجِدُوْنَ سَعَۃً وَیَشُقُّ عَلَیْھِمْ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اَغْزُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ، ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ» رَوَاہُ مُسْلِمٌ، وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَہٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس کا جو نکلے اس کی راہ میں اور نہ نکلے مگر جہاد کے لئے اور ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور سچ جانتا ہو اس کے پیغمبروں کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایسا شخص میری حفاظت میں ہے۔ یا تو میں اس کو جنت میں لے جاؤنگا یا اس کو پھیر دوں گا اس کے گھر کی طرف ثواب یا غنیمت حاصل کرکے۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کوئی زخم ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے مگر وہ قیامت کے دن اسی شکل پر آوے گا جیسا دنیا میں ہوا تھا۔ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور خوشبو مشک کی قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے کبھی لیکن میرے پاس اتنی گنجائش نہیں (سواریوں وغیرہ کی) اور مسلمانوں پر دشوار ہوگا میرے ساتھ نہ چلنا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ جہاد کروں اللہ تعالیٰ کی راہ میں، مارا جاؤں۔ پھر جہاد کروں پھر مارا جاؤں پھر جہاد کروں پھر مارا جاؤں۔ (مسلم) امام بخاری نے اس حدیث کے بعض حصہ کو ذکر کیا ہے۔





بِسـ اللہ 



ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلی فون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۲	۷ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ر ستمبر ۱۹۶۶ء	شمارہ ۱۹

سیلاب کی تباہ کاریاں

مشرقی پاکستان کے بعد اب مغربی پاکستان کے بعض اضلاع بھی سیلاب کی لپیٹ میں آگئے ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اس وقت صوبے کا ایک خاصہ بڑا حصّہ سیلاب کی زد میں ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

مختلف اضلاع سے پہنچنے والی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیلاب ایک بلائے ناگہانی بن کر آیا ہے۔ اور متاثرہ علاقے کے اکثر افراد اس کی رفتار سے بے خبر تھے۔ یا ان کو حفاظتی مقامات تک پہنچانے کے انتظامات ناکافی تھے۔ اس وقت تک پہنچنے والی اخباری اطلاعات کے مطابق دریائے راوی میں سیلاب کی وجہ سے ستّر سے زیادہ سرحدی گاؤں زیرآب آگئے ہیں۔ ضلع جھنگ میں کئی مربع میل علاقہ سیلاب کی تباہ کاری کا شکار ہو چکا ہے۔ ہزاروں کچے مکانات گر گئے ہیں، چاول، ماش، مکئی اور کپاس کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں اور ضلع سیالکوٹ کے تین سو گاؤں پانی کی طوفانی لہروں کی زد میں ہیں۔ جس کی وجہ سے ہزاروں افراد متاثر ہوئے اور لاکھوں روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔ مختلف اضلاع میں ہزاروں مویشی پانی میں بہہ گئے ہیں اور اب تک سولہ افراد کے جان بحق ہونے کی اطلاع بھی موصول ہو چکی ہیں۔ بہرحال نقصان کا صحیح اندازہ اُسی وقت ہو سکے گا جب سیلاب کا زور ٹوٹے گا کیونکہ موجودہ صورتِ حال تو سیلاب کی تباہ کاریوں کی ایک جزوی اور اجمالی تصویر ہے۔ مکمل تصویر اُسی وقت سامنے آئے گی جب دریاؤں میں پانی اُترےگا اور سیلاب کا موسم ختم ہو جائے گا۔ تاہم یہ بات اس وقت بھی وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ سیلاب نے صوبے کی معیشت کو نہایت گہرا زخم لگایا ہے اور نقصانات کی مالیت کروڑوں روپے سے ہرگز کم نہیں ہوگی۔

جہاں تک ہمارا اندازہ ہے سیلاب کی شدّت حکّام کی توقع یا معلومات سے بڑھ کر تھی جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو خطرے سے بروقت خبردار نہ کر سکے یا اگر انہوں نے خبردار کر دیا تھا تو لوگوں کو حفاظتی مقامات تک منتقل کرنے کے انتظامات ناکافی تھے جس کی جوابدہی بھی بہرحال حکّام ہی کے ذمّہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حکّام نے تو انتظامات کئے ہوں لیکن وہ ناتسلّی بخش ثابت ہوئے ہوں جس کی وضاحت ضروری ہے لیکن اس وقت سیلاب کے سدِّباب اور دُوسرے متعلقہ امور کی بحث چھیڑنا یا انتظامات پر جرح و تنقید نہ وقت کا تقاضا ہے اور نہ ہی قرینِ مصلحت ہے —— فوری ضرورت یہ ہے کہ سیلاب میں گھرے ہوتے دیہات کے لوگوں کی فوری امداد اور حفاظت کا زیادہ سے زیادہ انتظام کیا جائے۔ انہیں خطرناک اور دور افتادہ مقامات سے نکال کر محفوظ جگہوں پر پہنچایا جائے، ان کے لئے ضروری سامان اور خاطر خواہ سہولتیں فراہم کی جائیں اور سیلاب ختم ہونے کے بعد انہیں بحال کرنے اور نئے سرے سے کھیتی باڑی شروع کرنے کے وسائل مہیّا کرنے کے مزید انتظامات کئے جائیں۔ مزید برآں سیلاب زدہ علاقے کو مختلف وباؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی حفاظتی تدابیر اختیار کرنا نہایت ضروری ہے اور حکومت ماضی کے تجربات کی روشنی میں بہتر جانتی ہے کہ اُسے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی ہیں اور کس قسم کے انتظامات درکار ہیں۔ ضرورت صرف ان تدابیر کو فوری عملی جامہ پہنانے اور موزوں طریقۂ کار اپنا کر اس کے مطابق نہایت ایمانداری، مستعدی اور ذمّہ داری کے ساتھ قدم اٹھانے کی ہے۔ لیکن اگر حالات پر غور کیا جائے اور سیلاب کی تباہ کاریوں کا اندازہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ محض سرکاری امداد سے مصیبت زدہ افراد کی تمام مشکلات کا آسان ہونا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ملک کے تمام باشندوں کو مصیبت زدہ افراد کی امداد میں دل کھول کر حصّہ لینا چاہیئے اور اپنی مذہب دوستی اور انسانیت دوستی کا ثبوت فراہم کرنا چاہیئے۔

یہاں ہم ایک گذارش مذہبی نکتۂ نگاہ سے بھی کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ گذشتہ فصل کی پیداوار خشک سالی کے باعث کم رہی تھی۔ اور اب خدشہ ہے کہ سیلاب کی شدّت کی وجہ سے فصلوں کا بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ اسی طرح ملک میں بعض جگہ زلزلوں سے بھی نقصان ہوئے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں بھی طوفان سے کوئی کم تباہی نہیں آئی۔ غرض نقصانات کے اسی قسم کے دیگر نظائر بھی پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگہِ کرم کچھ ہم سے پھری ہوئی ہے اسلام کا نکتۂ نظر اس سلسلے میں یہ ہے کہ تمام آفاتِ سماوی جو انسان پر نازل ہوتی ہیں اس کے اپنے ہی بُرے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں اور ملّت کے اجتماعی گناہوں کو قدرت کبھی معاف



۲۲ر جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بمطابق ۸ر ستمبر ۱۹۶۶ء

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ: ذکر، شکر اور دعا

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتب: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم،
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اللہ تعالیٰ کا احسان و فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو باقی زندگی بھی اپنا ذکر و شکر کثرت سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میری انسانوں پر اتنی نعمتیں ہیں کہ اگر گننا چاہیں تو گن نہ سکیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔

ترجمہ: سو تم مجھ کو یاد کرو۔ میں تم کو یاد رکھوں گا اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

جب اللہ تعالیٰ کی لاتعداد اور بے حساب نعمتیں ہم پر ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم زبان سے، دل سے، ذکر سے، فکر سے ہر طرح سے اللہ کو یاد کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت کریں۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں گے، ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں گے، کثرت سے اللہ کی یاد کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ہم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں اور مہربانیاں ہم پر ہوں گی، قبر جنت کا باغ بنے گی اور آخرت میں نجات حاصل ہو گی۔ اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب ہو گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ بلکہ اللہ کے ذکر سے گھروں کو آباد رکھو۔ صحیح اور سچا مسلمان وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے۔ اپنے فرائض کو ٹھیک ادا کرتا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل نام کے مسلمان ہیں۔ عملی طور پر سراسر اسلام کے مخالف ہیں۔ یہ نفاق کی علامت ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے یاد رکھیں کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ آج اسلامی اصولوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جنت، دوزخ فرشتوں اور قبر کے عذاب کے متعلق شک کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسے نام نہاد مسلمان ہیں۔ جن کے نام بھی اسلامی ہیں۔ شادی، موت اسلامی طرز پر کرتے ہیں۔ لیکن وہ اسلام کے دل سے سراسر مخالف ہیں۔ اللہ کی ذات، انبیاء اور کتب سماوی پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ پکے منافق ہیں۔ یہ بدقسمتی اور بدبختی ان لوگوں کی اس لئے ہے کہ پیدائش سے لے کر جوانی اور بڑھاپے تک کہیں اسلامی تعلیمات کا نام تک نہیں۔ سکولوں کالجوں اور دفتروں میں کہیں اسلامی تعلیمات نہیں دی جاتیں۔ پھر یہ نوجوان پود جن کو اسلام کا سرے سے علم ہی نہیں اسلام پر مذاق کرنے لگ جاتے ہیں۔

انھوں نے علم کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

آج کی معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کی بارش ہم پر بے انتہا ہے۔ ہر طرح سے آرام و آسائش میں ہیں۔ گذشتہ جنگ میں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے دشمن کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا ہے۔ رزق، دولت اور صحت بخشی ہے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی ذات پر یقین رکھیں، اس کے احکامات کی فرمانبرداری کریں، اپنے آپ کو دوزخ سے بچائیں اور اپنے عزیزوں، دوستوں، رشتے داروں کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کریں۔ دوسروں کو پیغام حق سناتے رہیں۔ جہاں بھی جائیں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کریں۔ اگر اس حق کی تبلیغ کرتے کوئی تکلیف و مصیبت آئے تو خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے وہی لوگ بچیں گے جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذکر و شکر اور دعا کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ ہر لحظہ اور اٹھتے بیٹھتے اللہ کا کثرت سے ذکر کریں۔ اس کی مہربانیوں اور انعامات پر شکر بجا لائیں۔ اگر کوئی مصیبت و تکلیف آئے تو اللہ تعالےٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور دعا کا پلو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ مشکل کشائی ہونے تک اس کا در نہ چھوڑیں۔ ہمت نہ ہاریں اور مایوس نہ ہوں۔ جب مطلب برآئے ہو جائے تو اس کا شکر بجا لائیں۔ اس کے احکامات کی فرمانبرداری کریں اور خوب کثرت سے ذکر کریں۔ اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔



۳۰ر جمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۶۶ء

بہترین مخلوق بننے کی کوشش کیجیے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ○ (پ۳۰-س البیّنہ-آیت ۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں۔ حتّٰی کہ اُن میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے والے اور اسلام کے بتائے ہوئے نیک اعمال میں لگے رہنے والے بہترین مخلوقات ہیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو مذکورہٴ بالا پروگرام پر عمل کر کے اس مبارک تمغہ کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بہترین جماعت

قولہ تعالےٰ: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط

ترجمہ: تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی اے مسلمانو! خدا تعالےٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے۔ اُس کے علم ازلی میں پہلے سے یہ ہی مقدر ہو چکا تھا۔ جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبیٔ آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہونگے آپؐ کی امّت بھی جملہ اُمم و اقوام پر گوئے سبقت لے جائے گی۔ کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہوگا۔ اَدوم و اکمل شریعت ملے گی۔ علوم و معارف کے دروازے اس پر کھول دئے جائیں گے۔ ایمان و عمل و تقویٰ کی تمام شاخیں اس کی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی۔ وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہو گی۔ بلکہ اس کا دائرہ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا۔ گویا اس کا وجود ہی اسی لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیرخواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنّت کے دروازوں پر لا کھڑا کر دے — "اخرجت للناس" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بہترین جماعت کا پروگرام

نیک کاموں کا حکم کرے گی، بُرے کاموں سے روکے گی۔ اور صاحب ایمان ہو گی — بُرے کاموں میں کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کسی طرح ہو گا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے، کبھی تلوار سے۔ غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امتِ محمدیہ میں پائی گئی ہے پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اللہ پر ایمان

لانے میں، اُس کی توحید پر، اُس کے رسولوں پر اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص و کامل کا اتنا شیوع اور اہتمام کبھی کسی امّت میں نہیں رہا جو بحمد اللہ اس امّت میں رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس امّت (خیر الامم) میں شامل ہو جاتے اُسے چاہئے۔ کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ — جس کا حاصل ہے خود درست ہو کر دوسروں کو درست کرنا۔ جو شان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔" (حاشیہ شیخ الاسلام)

حاصل

یہ نکلا کہ بہترین جماعت میں شامل ہونے اور بہترین مخلوق بننے کے لئے ضروری ہے کہ ایمان لانے کے بعد تم تمام دنیا کو بہتر بننے کی ترغیب دو

اور بہتر بناؤ۔ نیز خود بھی برائیوں سے بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ ـــــ یعنی منصب تبلیغ سنبھالو۔ اور کارِ نبوت سرانجام دو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ پر چلنے اور بہترین مخلوقات بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جماعت مبلغین کے لئے چار سبق

قولہ تعالےٰ: اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝

(پ ۳۰ - الغاشیہ - آیت ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ: پھر کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کئے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسے کئے گئے ہیں اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کہ کیسی بچھائی گئی ہے۔ پس آپ نصیحت کیجئے۔ بے شک آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔

حاشیہ شیخ التفسیر قدس سرہٗ

کام کرنے والی جماعت کو ایسی صفات پیدا کرنی چاہئیں ـــــ سادگی اونٹ کی سی ـــــ علوِ مقصد آسمان کی طرح۔ استقامت پہاڑوں کی سی۔ اور فروتنی زمین کی سی ـــــ

محترم حضرات! غور فرمایئے! اونٹ سے زیادہ سادگی اور بے تکلفی تمام روئے زمین پر کسی جانور میں نہیں ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ وقت پڑنے پر خواہ کتنی ہی کڑوی اور کانٹے دار چیز سامنے آجائے یہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ کھا لیتا ہے اور بدستور سفر کرتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا مبلغ کو سادگی و بے تکلفی اور سخت کوشی کا سبق اونٹ سے سیکھنا چاہئے ـــــ آسمان سے زیادہ کوئی چیز بلند نہیں اس لئے بلند ہمتی اور علو مقصد کا مقصد آسمان سے لینا چاہئے۔ پہاڑوں سے زیادہ کسی چیز میں استقلال نہیں کوئی ہزاروں ٹکریں لگائے یہ ٹس سے مس نہیں ہوں گے اور نہ اپنی جگہ سے بال برابر ہٹیں گے۔ لہٰذا استقلال و استقامت کا سبق پہاڑوں سے حاصل کرنا چاہئے۔ اور زمین سے زیادہ فروتنی اور تواضع کسی چیز میں نہیں۔ ہر وقت انسانوں اور جانوروں کے پاؤں تلے روندی جاتی ہے اور جو چاہے کوئی اس پر کئے جاتے یہ بے چاری تواضع اور انکساری سے ہر وقت قدم بوس رہتی ہے۔ اس لئے فروتنی اور تواضع کا سبق زمین سے سیکھنا چاہئے ـــــ پس جو مبلغ ان چار اسباق کو سیکھ لے گا اور انہیں عملی جامہ پہنائے گا۔ وہ فی الحقیقت مکمل مبلغ بن جائے گا۔ چنانچہ حق تعالےٰ شانہٗ نے بھی انہیں چار سبقوں کے بعد "فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ" کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ مبلغ کے لئے لازم ہے کہ وہ سادہ اور بے تکلف ہو اور کئی کئی دن تک بھوکا پیاسا رہ کر تبلیغ کر سکے۔ اُس کی ہمت بلند اور عزائم و مقاصد اونچے ہوں۔ مستقل مزاج اور استقامت کا خوگر ہو۔ اور اس کی طبیعت میں تواضع اور انکساری رچی ہوئی ہو۔

طریقۂ تبلیغ

قولہ تعالےٰ: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط

(پ ۱۴ - س النحل - آیت ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحؒ

پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے۔ اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکمت، موعظت حسنہ، جدال بالتی ھی احسن ـــــ حکمت سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین، مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحیٔ الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں ـــــ "موعظتِ حسنہ" مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے۔ جس میں نرم خوئی اور دل سوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے۔ بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں۔ مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں، ایک مایوس اور پژمردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں ـــــ ہاں دنیا میں ایک ایسی جماعت ہمیشہ سے موجود رہا کی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدوں بحث کے تسلی نہیں ہوتی۔ اس لئے "وجادلھم بالتی ھی احسن" فرما دیا۔ کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اچھے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو۔ خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے تقضیہ بڑھے۔ اور معاملہ طول کھینچے۔ مقصود تفہیم اور احقاق حق

(باقی صفحہ پر)

محض دنیا کا طالب آخرت میں خسارہ مند ہے

محمد شفیع عمرالدین، حیدرآباد

انسان دو قسم کے ہیں:-

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ (آل عمران آیت ۱۵۲)

ترجمہ: اور بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے آخرت کے طالب تھے۔

حاصل یہ نکلا کہ بعض انسان دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے طالب ہیں۔

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کا انجام

جو لوگ احکام الٰہی کی مخالفت کریں، آخرت کی فکر نہ کریں۔ اعمال صالحہ نہ بجا لائیں۔ شریعت کے احکام پر نہ چلیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے متنبہ ہونا چاہئے جو یہود کی عہد شکنی اور بے جا روی کے بارے میں ہے:-

۱- اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (البقرہ - آیت ۸۶)

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلہ خریدا- سو ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں کوئی مدد مل سکے گی۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے دنیا کے مفاد پر آخرت کو قربان کر دیا ہے ان کی سزا جہنم ہوگی۔

آخرت کا خسارہ

۱- مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (النحل آیت ۱۰۶-۱۰۷)

ترجمہ: جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ سے منکر ہوا مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اور لیکن وہ جو دل کھول کر منکر ہوا تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر محبوب بنایا۔ اور نیز اس لئے کہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہی ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر کر دی اور وہی غافل بھی ہیں۔ ضرور وہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

(من کفر .... بالایمان) ایک تو وہ مجرم ہیں جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی یقین نہ لائیں۔ مگر ان سے بڑھ کر مجرم وہ ہیں، جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ ایسے لوگوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے۔ درمیان میں "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ الخ" سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا۔

یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے ایک لمحہ کے لئے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی۔ صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت گو خلاصی کے لئے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہیت و نفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے مگر منہ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے جیسا کہ حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت حبیب بن زید انصاری اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ بنظر اختصار ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔ ابن کثیر میں دیکھ لئے جائیں۔

(ولکن .... الکفرین) یعنی ایسے منکروں کو جو حیات دنیا ہی کعبہ مقصود ٹھہرا لیں۔ کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جو کوئی ایمان سے پھرا ہے تو دنیا کی غرض کو جان کے ڈر سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی تو اس کو آخرت کہاں؟ اگر جان کے ڈر سے لفظ کہے تو چاہیئے جب ڈر کا وقت جا چکے پھر توبہ و استغفار کر کے ثابت ہو جائے۔

(اولئک الذین .... ھم الغفلون)

یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بے ہوش ہیں جن کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی دی ہوئی قوتیں انہوں نے سبب

بیکار کر دیں۔ آخر کانوں سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سلب ہوگئی۔ مہر کا مطلب پہلے سورۂ بقرہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔

(لا جرم ..... ھم الخسرون)

یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنا لیں۔ اُن سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

۲۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(ھود۔ آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ: جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے تو ان کے اعمال ہم یہیں پورے کر دیتے ہیں۔ اور انہیں کچھ نقصان نہیں دیا جاتا۔ وہی ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اور خراب ہو گیا جو کچھ کمایا تھا۔

آخرت کے طالب

لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم آخرت کے طالب بنو۔

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ

(الانفال آیت ۶۷)

ترجمہ: تم دنیا کی زندگانی کا سامان چاہتے ہو۔ اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔

طالب آخرت کا دستور العمل

۱۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(الاعلیٰ۔ آیت ۱۴-۱۵)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہوا جو پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

"یعنی ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا۔ اور اپنے قلب و قالب کو عقائدِ صحیحہ، اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ کیا۔

"یعنی پاک و صاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی"

بعض سلف صالحین نے کہا کہ "تزکّٰی" "زکوٰۃ" سے ہے۔ جس سے مراد یہاں "صدقۃ الفطر" ہے اور "ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ" سے تکبیراتِ عید مراد ہیں۔ اور "فَصَلّٰى" میں نمازِ عید کا ذکر ہے۔ یعنی عید کے دن اوّل صدقۂ فطر، پھر تکبیریں، پھر نماز ــــ والظاہر ھو الاول۔

(تنبیہ) حنفیہ نے پہلی تفسیر کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ اوّل یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض نہیں۔ مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو مشعر تعظیم ہو اور اپنی غرض و حاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں "اللہ اکبر" کہنا احادیث صحیحہ کی بناء پر سنت یا واجب قرار پائیگا۔

دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لئے شرط ہے رکن نہیں۔ کیونکہ "فَصَلّٰى" کا ذکر "اسْمَ رَبِّهٖ" عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغائرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم"

اب انسانی غفلت کا یہ حال ہے کہ بندہ زندگی کی بے بہا متاع کو نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر اور آخرت کو فراموش کر کے دنیاوی عیش و آرام کی خاطر کھو بیٹھتا ہے۔ احکام شریعت پر چل کر ظاہری و باطنی پاکی حاصل نہیں کرتا۔ نماز و زکوٰۃ جیسے اہم ترین رکنوں کو ترک کر دیتا ہے اور ساری تگ و دو خسیس دنیا کے لئے کرتا ہے اور آخرت کے دائمی سرور کا کچھ خیال نہیں کرتا۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

(الاعلیٰ۔ آیت ۱۶-۱۷)

ترجمہ: بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور زیادہ پائدار ہے۔

یعنی

یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ آخرت کی فکر نہیں۔ بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔

حالانکہ

دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائدار ہے۔ پھر تعجب ہے جو چیز کمّاً و کیفاً ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے"۔ (حضرت مولانا عثمانیؒ)

۲۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (یوسف آیت ۱۰۹)

ترجمہ: اور البتہ آخرت کا گھر پرہیز کرنے والوں کے لئے بہتر ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

حاصل

یہ نکلا کہ آخرت کی بھلائیاں پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔

پرہیزگار وہ ہے جو قرآن مجید کے احکام پر عمل کرے۔

(۱) وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

(الحاقہ۔ آیت ۴۸)

ترجمہ: اور بے شک وہ تو پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

(۲) وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ

(الانبیاء۔ آیت ۵۰)

ترجمہ: یہ ایک مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

(۳) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۲ تا ۴)

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپؐ پر۔

(باقی صہ ۱۲ پر)

تلاشِ حق ——— ایک مکتوب

علمائے دیوبند کا مسلکِ اعتدال

:مرسلہ :- حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری :

یہ ایک عام سوال ہے کہ کون سا مسلک صحیح ہے؟ اور کون سا فرقہ سچا ہے؟ ہم کدھر جائیں؟ مسلمان کیا کریں؟ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں علماء دیوبند اور حضرت شیخ التفسیرؒ کا طریق کار اور خدام الدین کا طرزِ تحریر ایسے راہ نما اصول کی دعوت دیتا ہے کہ خود بخود نقشِ اسلام کی تعبیر ہوتی چلی جاتی ہے اور اصول مسائل حقہ کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے اور علمائے حقہ کا مسلک معتدلہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل خط ایک نو مسلم معلّم کا ایک مکتوب ہے۔ جس سے آپ ایک نومسلم کے تاثرات کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند (اکثر السواد ھم) کا طریق تبلیغ یہی ہے کہ وہ افراط و تفریط سے بچتے بچاتے ہوئے ادع الی سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے سنہری اصول پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر خطبۂ متاثرہ، کا عنوان تھا "دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا" اور آیت خطبہ "دنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟"

"الحمد اللہ! جامعہ رشیدیہ، منٹگمری میں تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا کام بھی نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا جاتا ہے۔ اور ایسے تاثرات کے متعدد واقعات موجود ہیں۔ آئندہ کسی اشاعت میں ایک نو مسلم عیسائی کے اسلام لانے کا عبرت انگیز واقعہ لکھا جائے گا۔

فقط

محترم جناب مولانا صاحب!!!

السلام علیکم!

میں مسمیّ نثار احمد (سابقہ رام پرکاش)، آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر آپ کو خط لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔ میں نے ۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء کو اسلام قبول کیا تھا۔ میں ایک ہندو فرقہ آدھری سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام کے قوانین سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ لیکن مسلمانوں کی فرقہ بندی کے سلسلہ نے مجھے الجھن میں گرفتار کر دیا تھا۔ جس فرقہ کی تقریر سنتا وہ جذبات سے بریز ہوتی تھی۔ مختلف فرقوں کے علماء کی تقریروں سے مجھے صحیح باتیں بھی معلوم ہوئی تھیں لیکن ابھی تک میں یہ فیصلہ نہ کرنے پایا تھا کہ کس فرقہ میں داخل ہونا چاہیئے۔ مجھے راسخ العقیدہ اسلامی فرقے کی تلاش تھی اور مارا مارا پھر رہا تھا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج "جامعہ رشیدیہ منٹگمری کی مبارک مسجد میں جمعہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اتفاق بھی ایسا ہوا کہ آپ نے اس موضوع پر تقریر کی جس نے اسلام کے حقائق کی وضاحت کرتے ہوئے میرے جذبات کی ترجمانی کی۔ آپ نے حقائق کی وضاحت کرنے کے لئے کسی قوت و طاقت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

"منصوبہ بندی" کے جھوٹ کا پول کھل گیا۔ آپ نے اس ڈائری کی پرواہ بھی نہ کی۔ جو سی۔آئی۔ڈی نے سرکار کو بھیجنی ہو گی۔ صاف لفظوں میں بتا دیا کہ اسلام کے احکام یہ ہیں۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم اور خاندانی منصوبہ بندی اصل میں دونوں ہی مسلمانوں کے ہلاک کرنے کے سامان ہیں۔

سبحان اللہ! کیا خوب فرمایا کہ "جنہوں نے اسلام کو پہچانا اسلام نے ان کو بچایا!"

"قصہ کوتاہ، مجھے آپ نے اپنی تقریر میں جتلا دیا کہ جامعہ رشیدیہ منٹگمری کی مبارک مسجد صحیح تعلیم و تربیت کی درسگاہ ہے۔ آپ کی ایک گھنٹہ کی جامع اور ایمان افروز تقریر کے الفاظ جوہر تاثیر ہیں۔ قیامت تک میرے جسم میں گونجتے رہیں گے۔ اور مجھے راہ راست پر رکھنے کے لئے ممد و معاون اور رہبری کرنے والے ثابت ہوں گے۔ میں خلوص دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور میرے جیسے گنہگار بھی فیض حاصل کرتے رہیں۔ آمین

مولانا صاحب! میں ایک ٹیچر ہوں۔ مڈل سکول محمد پور میں پڑھاتا ہوں۔ مستقل رہائش 5/11-L نزد چیچہ وطنی میں تھی۔ لیکن اسلام قبول کرنے پر والدین سخت ناراض ہوئے اور مجھے رہائش تبدیل کرنا پڑی چنانچہ اب میں 87/6-R چوبارے والی نزد منٹگمری رہائش رکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا کرم کیا کہ میری بیوی نے بھی میرے سمجھنے پر اسلام قبول کیا۔ تقریباً دو ماہ ہوئے ہیں کہ میرے بھائی نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب وہ میرے پاس رہتا ہے۔ میرے دو لڑکے ہیں۔ اس طرح ہم ایک نومسلم گھر کے پانچ افراد ہیں۔ مجھے راسخ العقیدہ فرقے کی تلاش تھی تاکہ ہم صحیح العقیدہ مسلمان بن کر اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکیں چنانچہ آپ کی تقریر نے مجھے صحیح راستہ بتا دیا۔

میری خواہش تھی کہ نماز جمعہ کے بعد آپ کی ملاقات سے مشرف ہوں گا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ ناظم صاحب کو بہت سے کام ہوتے ہیں اس لئے شاید وقت نہ دے سکیں، گھر آ کر بذریعہ خط ملاقات کر رہا ہوں۔ آخر میں دوبارہ شکریہ ادا کرنے کے بعد آپ سے دعا کرنے کی گذارش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح طور پر اسلام کو سمجھنے کی توفیق دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ فقط والسلام

فرمانبردار :- نثار احمد ایس وی ٹیچر
چک 87/6-R تحصیل و ضلع منٹگمری
مورخہ ۲۵/۸/۶۶

بقیہ : ایک تحفہ، ایک نشانی

اپنے سے الگ نہ کرتی اے مسلمانوں یہ مال تمہارا ہے۔ اسے تم لے لو اور ابو العاص کو رہا کر دو!! ذرا سے وقفہ کے بعد آپ کی پُر وقار آواز پھر بلند ہوئی "لیکن ایک بات اور بھی سن لو۔ اگر چاہو تو بیٹی کو ماں کی نشانی لوٹا دو زینب نے یہ ہار اپنے دل پہ جبر کر کے بھیجا ہو گا۔"

سب مسلمانوں کی نظر جھکی ہوئی تھیں "یا رسول اللہ! مسلمانوں کی طرف سے جواب ملا اس معاملہ میں استصواب رائے کی کیا ضرورت ہے! آپ ہار واپس کر دیں۔!!

تاریخ کے آئینے میں

ایک تحفہ — ایک نشانی

یعقوب سروش

کارزار بدر میں حق و باطل کے پہلے معرکہ میں باطل کا سر پاش پاش ہو گیا تھا۔ کفر و ظلمت کے کئی علمبردار تلوار کے گھاٹ اتر چکے تھے اور جو بچ گئے تھے وہ بارگاہ نبوت میں آج پابجولاں نظر آ رہے تھے۔ بے کس اور بے یار و مددگار لات و عزیٰ کی کبریائی کا ترانہ سنانے والے کم سم تھے اور خوفزدہ تھے کہ نہ جانے کس فرزند توحید کی تلوار انہیں دوزخ سے ہمکنار نہ کر دے گی۔ لیکن جب "فدیہ" کا جاں فزا اعلان ہوا تو اسیران بدر چار چار درہم پیش کر کے رہائی پانے لگے۔ ایک اسیر بدر کے پاس اتنی خطیرہ رقم نہ تھی۔ اس نے ایک بیش قیمت طلائی ہار فدیہ میں پیش کر دیا۔

"یہ ہار کس کی طرف سے ہے؟" جونہی اس ہار پہ نظر پڑی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

کسی نے ادب سے کہا

"یا رسول اللہ۔ یہ آپ کے داماد ابوالعاص نے اپنے فدیہ میں پیش کیا ہے!"

"ابوالعاص!" رسول اللہ نے فرمایا: "زینب کے شوہر کی طرف سے!!" بجلی کی سی سرعت کے ساتھ آپ کی آنکھوں کے سامنے ماضی کے دھندلے سے نقوش ابھر آئے اور رحمت عالم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

تقریباً ۲۰ سال پہلے کی بات تھی آپ مکہ مکرمہ کی ایک دولت مند خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال تجارت شہر بصرہ میں بیچ کر کافی منافع کما لائے تھے، خاتون کے دل پہ اس ۲۵ سالہ نوجوان محمدؐ کی بے نظیر شخصیت اور عدیم المثال دیانت داری کا گہرا ثبت ہو گیا اس وقت تک ۴۰ سالہ خدیجہ تین دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ صدمات کی ان پیہم یلغار سے وہ بڑی دل شکستہ ہو گئی تھیں، دولت و ثروت اور عیش و عشرت کی فراوانی کے باوجود ان کا دل کھویا کھویا سا رہتا۔ انہیں "سکون قلب" کی بڑی شدت سے تلاش تھی لیکن عرب کا بگڑا ہوا گندا ماحول یہ چیز انہیں کہاں سے فراہم کر سکتا تھا، وہ اپنے وقت کی سب سے مالدار عورت تھیں۔ ان کی تجارت کی برتری کا یہ حال تھا کہ جتنا مال تجارت مجموعی طور پہ تمام قافلے کا ہوتا۔ اس سے کہیں زیادہ مال اکیلی حضرت خدیجہ کا ہوتا تھا۔ مگر اسباب تجارت کی بہتات ان کے ذہنی الجھن کا مداوا نہ بن سکی۔ دوسری طرف آپ کی پاکیزگی کردار کا وہ چرچا تھا کہ عفت طہارت سے ناواقف ماحول میں ڈوبے ہوئے ظلم و جور کے شیدائی عرب آپ کو "طاہرہ" کے مقدس نام سے یاد کرتے تھے۔

پچھلے کئی دنوں سے یہ فرشتہ صفت نوجوان اس خاتون معظم کے دل میں جیسے گھر کر گیا تھا انہوں نے سوچا یہ تو لاکھوں میں ایک ہے انہیں یقین سا ہو گیا تھا کہ وہی نیک سیرت نوجوان ان کے رنج و الم اور سارے اضطراب دور کر سکتا ہے۔ تقریباً تین مہینے تک وہ ان ہی خطوط پہ سوچتی رہیں۔ بالآخر ان کی دور اندیشی اور بالغ نظری نے ایک فیصلہ کر دیا کہ اس نوجوان کو اپنانے کے لیے سلسلہ جنبانی کی جانی چاہیئے اور ان کی ایک معاملہ فہم لونڈی نفیسہ نے خدیجہ کے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

جناب ابوطالب، حضرت حمزہ اور دوسرے اکابرین قریش آج حضرت خدیجہ کے گھر میں جمع تھے جہاں محمدؐ بن عبداللہ کے نکاح کی سادہ سی تقریب ہو رہی تھی حضرت خدیجہ کی زندگی میں آج نیا سویرا طلوع ہو رہا تھا اور اسی لیے ان کا دل باغ باغ تھا۔ خطبہ نکاح شروع ہوا۔ "اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم آل ہاشم کو ابراہیم کی ذریت اور اسماعیل کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں بیت اللہ کا محافظ اور حرم کا نگہبان بنایا۔ جس کا لوگ حج کرتے ہیں۔ امابعد۔ میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمدؐ بن عبد اللہ ہے اپنی ذاتی شرافت، اپنی نسبی بزرگی۔ اچھے اعلیٰ اخلاق اور اپنے فضل و کرم کے باعث اپنے ہم چشموں میں نہایت نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ بے شک اس کے پاس مال و منال نہیں ہے مگر مال ایک آنی جانی چیز ہے اور چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس آج میں محمد کا نکاح پڑھتا ہوں اور میں نے اس کے مہر میں بیس اونٹ ادا کر دیئے ہیں۔۔۔۔!!

اس کے بعد حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور فرمایا: "تمام تعریف و ستائش اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے سزاوار ہے۔ جس نے ہمیں اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ عادات سے متصف کیا۔ ہمیں نہ بنی ہاشم کے فضائل سے انکار ہے اور ان کے حسب و نسب کی برتری پہ حرف گیری کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے اے معززین قریش۔ آپ سب گواہ رہیں کہ ہم نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کے ساتھ بیاہ دیا۔"

آخر میں حضرت خدیجہ کے چچا عمر بن اسد نے ولی کے فرائض انجام دیتے ہوئے نکاح کی منظوری دے دی! اور مبارک سلامت کی گونج میں حضرت خدیجہ اپنی زندگی کی اس منزل میں داخل ہوئیں جہاں طالع بیدار ان کا انتظار کر رہا تھا۔ انہوں نے اولین لمحات میں اپنی پوری دولت کو اپنے مقدس اور پاکباز شوہر کے قدموں پہ ڈال کر کہا: "میرے سرتاج! میں اپنے سارے مال و منال، اپنی ساری جائداد اور اپنے تمام زیورات کو آپ کی نذر کر رہی ہوں۔ آپ مختار ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں خرچ کریں!" حضرت خدیجہ کی آواز میں وارفتگی تھی اور وہ مسلسل کہتی جا رہی تھیں "میں نے آپ کی محبت پہ اپنی ہر چیز نچھاور کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے سر پہ ہمیشہ سلامت رکھے"

ان کے گلے میں پڑا ہوا ایک بیش قیمت طلائی ہار جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔!!

آج وہی جگمگاتا ہوا خوبصورت ہار ایک قیدی کی طرف سے آپ کے سامنے آیا تو خدیجہ کی بے مثال محبت، عدیم النظیر ایثار اور قربانی کی ساری یادیں آپ کے فکر و ذہن کی ساری وسعتوں پہ چھا گئیں۔ جب حضرت خدیجہ کا ذکر چھڑ جاتا تو اس وقت تک آپ نہ اٹھتے جب تک کہ دل نہ بھر جاتا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی وفاؤں اور غمگساریوں کو یاد کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اشکبار ہو جاتے ہیں "یہ ہار ابوالعاص کے فدیہ میں آیا ہے" ہادیٔ برحق نے اپنے جاں نثاروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اس کی بیوی اور میری بیٹی زینب نے اسے مکہ سے بھیجا ہے زینب کو اس کی ماں خدیجہ نے جہیز میں تحفہ کے طور پہ دیا تھا۔ اگر زینب کے پاس زر فدیہ ادا کرنے کے لیے نقد روپیہ ہوتا تو وہ اپنی ماں کی اس آخری نشانی کو کبھی

(باقی صـ۹ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۹ مئی ۱۹۶۶ء

مرتب
محمد عثمان غنی

سورہ مائدہ، پارہ ۶، رکوع ۱، آیت ۱ تا ۸)

گزشتہ سے پیوستہ

میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ یہودیوں کے لئے ہفتے کے دن شکار کرنا منع کیا گیا، عیسائیوں کے لئے اتوار کا دن عبادت کے لئے مقرر کیا گیا۔ مسلمانوں کو جمعے کے دن کی خصوصیت فرمائی۔ اور یہودیوں کو یہ بھی کہا گیا۔ کہ انطاکیہ کے قریب ایک بستی ہے۔ جہاں سے پانی کا ایک دریا گزرتا ہے۔ دریائے نیل ہو گا یا کوئی اور دریا ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو منع فرمایا۔ کہ دیکھو تمہیں یہ بڑی غلط علت پڑھ گئی ہے شکار کی۔ ہفتے کے دن شکار نہ کرنا۔ اس دن میری عبادت کرنا۔ انہوں نے کیا حیلہ کیا؟ قرآن شریف میں بھی ہے اور حدیثوں میں تفصیل آتی ہے۔ انہوں نے ایسا حیلہ کیا کہ چھوٹی چھوٹی نالیاں نکالیں۔ اپنے گھروں میں تالاب بنا لئے۔ شام کے وقت جب نالیوں میں وہ مچھلیاں آئیں تالاب میں جمع ہو جائیں۔ تو سورج غروب ہوتے ہی وہ مچھلیاں پکڑ لیتے۔ اپنے دل میں وہ خوش تھے کہ ہم نے خدا کا حکم مان لیا۔ ہم نے شکار نہیں کیا۔ لیکن سودا بھی پورا ہو گیا اور خدا بھی اُن کے خیال میں راضی ہو گیا۔ تو اللہ نے کیا کیا؟ قرآن میں دیکھ لیجئے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ ہم نے انہیں بندر بنا دیا تین دن تک زمین پر رینگ کر مر گئے۔ ستر ہزار کی تعداد میں یہودی مرے ہیں۔ جن کو شکار سے منع کیا۔ تو انہوں نے حیلہ کیا، خدا کی باتوں کے ساتھ حیلہ کرتے ہیں۔ جیسے ہمارا حال ہے میرے دوستو؟ میں پہلے بھی کسی درس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ اگر امام الانبیاء کی دعا نہ ہوتی تو ہم سب کی شکلیں مسخ ہو چکی ہوتیں جو ہم کرتوت کرتے ہیں۔ اللہ کے دین کو جو ہم نے فٹ بال بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے عذاب سے ہم سب کو بچائے۔ ہم نے دین کو ایک مذاق بنا رکھا ہے، حالانکہ دینِ محمد رسول اللہ، ہم اُس کے دعوے کرنے والے ماننے والے۔ حضور کی تین دعائیں ہیں۔ امام الانبیا نے فرمایا ہے۔ میں نے اللہ سے تین دعائیں مانگیں اور تینوں اللہ نے قبول فرمائیں۔ ویسے حضورؐ کی ہر دعا اللہ نے قبول کی ہے۔ اور نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پہلی دعا حضورؐ نے یہ فرمائی تو دوسری دعا کہ اے اللہ میری امت مجموعی طور پر گمراہ نہ ہو۔ اگر ایک محلے میں لوگ گمراہ ہوں تو دوسرے محلے کے نیک ہو جائیں۔ ایک شہر برباد ہو گیا، گمراہ ہو گیا۔ دوسرا شہر نیک بن جائے۔ گھر کے دس آدمی بے نماز ہیں۔ ایک نمازی بن جائے۔ مجموعی طور پہ میرے اللہ میری امت گمراہ نہ ہو۔ جیسے کہ پچھلے نبیوں کی اُمتیں مجموعی طور پہ گمراہ ہوئی ہیں۔ اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ اور تیسری دعا حضورؐ نے یہ فرمائی۔ کہ اللہ! میری امت اگر گناہوں کی مرتکب ہو جائے۔ تو اِن کی شکلوں کو مسخ نہ کیجئے۔ جس طرح کہ پہلی اُمتوں کی شکلوں کو مسخ کیا گیا۔ اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی دنیا میں کسی مسلمان کی شکل مسخ نہیں ہوتی، لیکن قبروں میں کیا ہوتا ہے؟ (اللہ میری قبر کو اور آپ کی قبروں کو پُر نور فرمائے) وہ تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جیسا آدمی ہو تو پھر جا کے دیکھے قبروں میں کہ ہم کیا رنگ نکالتے ہیں۔ یہ ہمارا جو کچھ ناز و نخرا ہے یہیں تک ہے۔ بس جونہی ہمارا سانس نکلتا ہے تو اس کے بعد جو کچھ ہمارے ساتھ ہوتا ہے جو مر چکے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اُن کی قبروں کو پُر نور فرمائے۔ اللہ میرا آپ کا خاتمہ با ایمان فرمائے۔ اللہ ہماری قبروں کو برا ہونے سے بچائے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ خالی دعاؤں سے بھی تو کچھ نہیں بنتا۔ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کے دین کو مذاق سمجھا تھا۔ آج جا کے اُن کی قبروں کو دیکھ لیجئے۔ قبروں میں کیا بن رہا ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ ط أَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ ط قبر یا جنت کے باغوں سے باغ بن جاتی ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں سے گڑھا بن جاتی ہے۔

علامہ ابن دقیق العید مصر کے بہت بڑے عالم اور صوفی گذرے ہیں۔ جن کی قدر علماء ہی جانتے ہیں۔ بہت بڑے محدث اور مفسّر تھے اپنے زمانے کے۔ اُن کے ایک دوست (وہ بھی عالم ہی ہوں گے) فوت ہو گئے، مرنے کے چند دن بعد جب وہ خواب میں آئے تو علامہ نے پوچھا۔ کہ سنا بھائی کیسی گذری؟ عرض کیا بات بڑی مشکل تھی۔ جب آپ لوگ مجھے دفن کر کے چلے آئے۔ اب تو قبروں پہ بھی کوئی نہیں جاتا۔ ہمارا عجیب حساب ہے مجھے واہ کینٹ کا تو پتہ نہیں۔ لیکن باقی شہروں میں یہی حال ہے۔ سڑک پہ جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ یہ گوشت کی لاش ہے اور بس۔ کوئی نہیں پرواہ کرتا مردے کی بس سڑک پہ جنازہ پڑھ لیا، یہ اپنے اپنے پروگراموں پہ چلے گئے۔ اور اُس کو لمبے سفر پہ روانہ کر دیا۔ وہ جانے اور قبر جانے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ جو مسلمان کا جنازہ پڑھے گا۔ اُسے ایک قیراط کا ثواب ملے گا۔ دفن تک ساتھ رہے گا۔ تو "دو" قیراطوں کا ثواب ملے گا۔ اور قیراط کسے کہتے ہیں؟ ایک آدمی اُحد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں دے۔ جتنا ثواب ملتا ہے۔ مسلمان کا جنازہ پڑھنے میں اتنا ثواب ملتا ہے۔ اور دفن کرنے تک ساتھ رہے تو اتنا ثواب ملے گا کہ دو احد پہاڑوں جتنا سونا خدا کی راہ میں دے دیا۔ یہ دین اخوت ہے۔ یا نہیں؟ یہ دین مؤدت ہے یا نہیں؟)۔ ابنِ دقیق العید کہتے ہیں۔ کہ میں نے اُسے پوچھا کہ سنا پھر کیا بنا۔ تو اُس نے مجھے کہا۔ کہ معاملہ تو بڑا سخت تھا۔ آپ جب چلے گئے تو مجھ پہ ایک کتا مسلط کر دیا گیا۔ جس کا رنگ کالا اور سفید تھا۔ اللہ تعالیٰ کُتے کے اخلاق سے بچائے۔ کیا کیا عرض کیا جائے میرے بھائی۔ قرآن فرماتا ہے۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط فرماتے ہیں۔ میں نے بعض انسانوں کو بڑے بڑے مقامات دیئے میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ملیں۔ وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ ط وہ زمین کے ساتھ چمٹ گیا۔ وہ مٹی کے چمٹ گیا۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ۔ اُس کی مثال کُتے کی ہے اور کُتے کی چار صفات امام رازی نے لکھی ہیں۔ کُتے کی اچھی صفتیں بھی ہیں۔

اور بری صفتیں بھی چار، قرآن نے فرمایا۔ کہ بعض انسانوں کی مثال "کُتّے" کی ہے۔ اور "کتّے" کی بری صفات چار ہیں۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھی ہیں۔ چار صفاتِ بد پہلی صفت "کتّے" کی بری یہ ہے۔ کہ خواہ اس کے پیٹ میں بہت کچھ پڑا ہو۔ یعنی راستے پر چلتا ہے تو راستے کو سونگھتا رہتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ یہاں پر کوئی چیز تو نہیں پڑی "کتّے" اب تو بڑے ہو گئے ہیں۔ پتہ چلتا رہتا ہے۔ سونگھتے ہیں یا نہیں سونگھتے؟ اور امریکہ میں چونکہ بڑے "کتّے" ہیں۔ لہذا یہاں بھی ہونے چاہئیں۔ بڑے "کتّے" ہیں۔ دنیا میں اس وقت۔ تو وہ زمین پہ سونگھتا ہے کہ کوئی چیز تو نہیں پڑی۔ (۲) دوسری صفت مذموم "کتّے" کی یہ ہے۔ کہ اس کے سامنے بہت بڑا ایک مردار پڑا ہو، بہت بڑا جیفہ اور دھڑنگا پڑا ہو۔ پھر وہ دوسرے "کتّے" کو قریب نہیں آنے دے گا یہ جانتا ہے کہ میں یہ نہیں کھا سکتا لیکن دوسرے "کتّے" کو قریب نہیں چھوڑتا۔ (۳) اور تیسری "کتّے" کی صفتِ بد یہ ہے۔ کہ جب پیشاب کرتا ہے ٹانگ اُٹھا کر کرتا ہے۔ اونچی جگہ پیشاب کرتا ہے۔ دوسرے کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے (۴) اور چوتھی صفت بد (اس وقت بچیاں ہوں گی میں تفصیل کے ساتھ عرض نہیں کر سکتا۔) خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے آپ دوست اکثر جانتے ہیں۔ اس بات کو یہ چار صفتیں ہیں "کتّے" کی۔

بعض انسانوں میں بھی یہ چار صفتیں منتقل ہو جاتی ہیں۔ تو قبر میں کہتے ہیں کہ مجھ پہ کُتا مسلط ہو گیا۔ جس کا رنگ کچھ سفید تھا کچھ سیاہ تھا۔ میں تو گھبرایا کہ اَیْنَ الْمَفَرّ اب کہاں جاؤں گا۔ یہاں تو بھائی ڈاکٹر آ سکتا ہے۔ یہاں بھی کوئی نہیں کچھ کر سکتا۔ جس پہ آتی ہے اُسی پہ آتی ہے۔ وہ جلنے اُس کا کام جانے۔ ہمارے ایک بہت مہربان دوست (بلکہ بزرگ) ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ آپ اُن کی صحت کے لئے دعا کریں۔ ہمارے بہت اچھے مہربان ہیں۔ بہت اونچے مالدار ہیں۔ اُن کا اس دن خط آیا اور انہوں نے بہت عجیب طریقے پر لکھا۔ اور مجھے بڑا دکھ ہوا۔ وہ خط پڑھ کر۔ یہ جو پاکستان نیشنل ٹیکس والے ہیں عبدالجلیل وغیرہ ان کے والد ہیں۔ اُن کا نام ہے۔ حاجی غلام محی الدین۔ پنڈ دادنخاں کے رہنے والے ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ اور صحت کے زمانے میں دس بارہ پارے روز پڑھ لیا کرتے تھے۔ حاجی بھی ہیں۔ پابند صوم و صلواۃ ہیں۔ تقریباً تین سال سے اُن کا بدن معطل ہو چکا ہے۔ سُن ہو چکا ہے۔ اب بچارے وہ نہ اگلے جہاں جانے ہیں۔ نہ یہاں اُن کو صحت ملتی ہے۔ اور بڑے بڑے اُن کے علاج ہوتے ہیں۔ بہت بڑے مالدار ہیں۔ یہ چٹاگانگ کی جو پٹ سن کی مل ہے۔ انہی کی ملکیت ہے۔ اور بھی بہت کچھ اُن کی ملکیت ہے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحت نہیں ہے۔ تو وہ مالداری کام آتی ہے؟ نہیں آتی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو بھی شفا بخشے۔ اور باقی بیماروں کو بھی اللہ شفا بخشے۔ تو دنیا میں کوئی بھی کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ تو قبر میں کیسے کرے گا؟ مگر دنیا میں تو آسرا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب آئیں گے۔ ٹیکہ لگا دیں گے۔ ابھی میرا بھائی آئے گا۔ دوائی دے دے گا۔ یہ تو ایک آسرا ہے۔ ورنہ کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ اور قبر میں؟ وہاں کوئی جاتا ہی نہیں ساتھ۔ کوئی جاتا ہے؟ کوئی نہیں جاتا۔ جا سکتا ہی نہیں وہاں تو اپنے اعمال ہوتے ہیں انسان کے۔

تو وہ لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے مجھے کہا۔ کہ مجھ پر کُتا مسلط ہوا۔ تو میں گھبرا گیا۔ کہ اب یہ تو مجھے کھا جائے گا۔ میں نے دیکھا میری گھبراہٹ میں ایک خوبصورت نوجوان آیا۔ اس نے کتّے کو مارا، کُتا بھاگ کر چلا گیا۔ اور مجھے اطمینان دلایا۔ کہ آپ آرام کے ساتھ لیٹیں۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے جس نے میری ایسے وقت میں مدد کی۔ اور تو کہاں سے غائبانہ نمودار ہوا؟ تو اس نے مجھے کہا کہ میں وہ سورتِ کہف کا ثواب ہوں جو تو ہمیشہ جمعے میں پڑھا کرتا تھا۔ ہم تو اس کو مانتے ہیں۔ جو نہیں مانتے نہ مانے۔ امام الانبیاء اسی لئے تو فرماتے ہیں۔ قرآن دنیا میں بھی نجات دے گا۔ قبر میں بھی نجات دے گا۔ قیامت میں بھی نجات دے گا۔

(باقی باقی)

بقیہ: محض دنیا کا طالب ....

اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔

پرہیزگاروں کے کچھ مزید اوصاف یہ ہیں:-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

(البقرہ - آیت ۱۷۷)

ترجمہ: یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پہ ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔ اور اس کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے۔ اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ جب وہ عہد کر لیں۔ اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔

پرہیزگار ہی اللہ تعالےٰ کے ہاں عزت والے ہیں:-

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

(الحجرات - آیت ۱۳)

ترجمہ: بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کا ساتھ دیا کرتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

(النحل آیت ۱۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

دعا: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرہ - آیت ۲۰۱)

ترجمہ: اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حاجی کمال الدین - محمود بوٹی، لاہور

اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

گذشتہ سے پیوستہ

علامہ ابن القیمؒ کہتے ہیں "جاہلوں کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے - گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے - علامہ کہتے ہیں - جہال کا یہ قول غلط ہے - تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا - اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا نہ بذریعہ شمشیر - پھر علامہ موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے (زاد جلد ا صـ۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے - البتہ ہدیہ قبول فرماتے - مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیز تحفۃً بھیجتے انہیں قبول فرما لیتے - اُن کے لئے خود بھی تحفے ارسال فرماتے - مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے -

مقوقس متی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری فرمائی - اور جنگ حنین کے دن وہی خچر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں تھا لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے (زاد جلد ۲ صـ۱۰۱)

جو قیمتی تحائف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے - اکثر اوقات انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ پر تقسیم فرما دیا کرتے - اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے - اور ارشاد فرماتے :-

"نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو" (بخاری - عن ابی سعید خدری)

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے - وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبیؐ ہے جو کل (فردا) کی بات آج بتا دیتا ہے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ نہ کہو - جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ" (صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ)

سیدنا ابراہیم فرزند رسول (صلعم) کا انتقال ہو گیا - اس روز سورج گرہن بھی ہوا - لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا گیا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا - کہ سورج چاند کسی کے مرنے یا جینے سے نہیں گہنایا کرتے -

(بخاری - عن مغیرہ بن شعبہ)

جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انہوں نے کچھ تو عمارات ابراہیمی میں اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی - پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے - اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہؓ سے فرمایا "قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا، کعبہ میں دو دروازے رکھتا - ایک آنے کا ایک جانے کا - (بخاری عن ابن زبیر)

جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے تو عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ انہیں قتل کر دینا چاہئے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - نہیں (بے خبر لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا -)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام کو جو شانِ رسالت سے ظاہر ہوتے ان افعال و اقوال سے جو بطور بشریت صادر ہوتے ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے -

ایک دفعہ فرمایا - میں بشر ہوں - میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں - کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہے جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میں اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں - پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے - کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے - (بخاری عن ام سلمہؓ کتاب المظالم)

بریرہ لونڈی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث اس کے شوہر کی سفارش کی - جس سے بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی - بریرہ نے پوچھا - یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ حکم دے رہے ہیں؟ فرمایا نہیں - میں سفارش کرتا ہوں - وہ بولی - مجھے مغیث کی حاجت نہیں - (بخاری عن ابن عباسؓ - کتاب الطلاق)

اہل مدینہ نر کھجور کا بورادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اس کی کیا ضرورت ہے - اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا - لوگوں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی - فرمایا - دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو - جب میں کوئی کام دین کا بتایا کروں تو اس کی پیروی کیا کرو -

بچوں کے قریب سے گذر فرماتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے - (بخاری عن انسؓ) ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے - انہیں گود میں اٹھا لیتے اور خوب پیار کرتے -

فتح مکہ کے بعد ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے ضعیف باپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لئے لائے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس چلا جاتا -

سعد بن معاذؓ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے یہودیانِ بنو

قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے جو قبیلہ اوس کے تھے۔ فرمایا۔ (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے ان کو آگے بڑھ کر لے آتے۔

حسان بن ثابت اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھ دیا جاتا۔ جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

انسؓ بن مالک نے دس سال تک مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی۔ الٰہی! اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے اس میں برکت دے۔

مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ جو کوئی مل جاتا اُسے سلام پہلے خود کر دیتے۔ مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ پھیلاتے۔ صحابہؓ کو کنیت کے نام سے پکارتے۔ (عرب میں عزت سے بلانے کا یہی طریقہ ہے۔) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز مختصر کر دیتے۔ اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اکثر متبسم رہتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ناقہ کا نام غضبا تھا کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور غضبا سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گذرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے (صحیح بخاری)

ایک شخص حاضر ہوا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کچھ پروا نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی (صحیح بخاری عن عائشہؓ)

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں۔ کوئی شخص بھی اچھے خلق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی شخص، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔ (صحیح بخاری عن عائشہؓ)

عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ امت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔ جب کسی معاملے میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے۔ (صحیح بخاری عن عائشہؓ)

اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔

فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں۔ (شفاء ص۵۵)

وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے۔ اور دعا میں فرماتے تھے۔

اے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے گا۔ (۱) جب تک میں ان کے درمیان ہوں (۲) جب تک یہ استغفار کرتے رہیں ——— اب اے خدا! میں موجود ہوں۔ اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔ ہر ایک نبی کے لئے ایک ایک دعا تھی وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعتِ روزِ قیامت کے لئے محفوظ رکھا ہے۔

ایک شخص آیا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (بہترین خلق) کہہ کر بلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذاک ابراھیم۔ یہ شان تو ابراہیمؑ کی ہے۔ (صحیح بخاری)

ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ

شجاعت اور اسلام

شجاعت ایک جوہر اعلیٰ ہے جسے اسلام نے نہایت اہمیت دی ہے۔ اسلام کے نزدیک شجاعت کا مفہوم دوسری اقوام کے شجاعت کے مطلب سے جداگانہ ہے۔ بلکہ بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے شجاعت کا مقصد زیادہ سے زیادہ یہ لیا ہے کہ موت سے کسی حالت میں خوف نہ کیا جائے اور اس کوشش میں جائز و ناجائز کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ ان کے نزدیک دشمن کے مقابلہ میں کسی اخلاق کے برتنے کی ضرورت نہیں زبان کی پابندی اور وعدہ کا پاس بھی ضروری نہیں، دشمنوں کے ساتھ فریب، دغا، دھوکہ، اور مکاری سب روا ہے۔ ان کی انتہائی اور امکانی حد تک پامال کر دینا ثواب اور اچھا کام ہے وہ جتنی زیادہ خونریزی کرتا ہے اتنی ہی زیادہ تعریف کا مستحق ہے۔ دشمنوں کو قتل کرنا لوٹنا، آگ لگانا، مکانات کا منہدم کرنا، شہروں کو غارت کر ڈالنا، گھر اجاڑ کر رکھ دینا۔ کھیتوں اور باغوں کو نذر آتش کرنا، زن و فرزند کو تلوار کے گھاٹ اتارنا، معابد کو ڈھانا، بم برسانا اور انہیں کسی قابل نہ چھوڑنا، بڑے دلیرانا اقدام سمجھے جاتے تھے۔ یہی اُن کی شجاعت تھی اور یہی ان کی بہادری کے مظاہر تھے۔

ہنی بال بہت شجاع و بہادر تھا کہ وہ موت سے نہ ڈرا، اٹلی میں گھستا چلا گیا اور اس کے شہروں کو غارت کیا، ٹیٹس بہت دلیر تھا۔ جس نے بیت المقدس میں قتل عام کیا خسرو پرویز کی بہادری مشہور ہے کہ وہ ایک بے پناہ لشکر لے کر آگ لگاتا اور دھوئیں اٹھاتا ہوا بڑھا اور قسطنطنیہ پر چڑھائی کرکے پیغام صلح کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں تو اُس وقت قیصر پر رحم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک وہ اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ نہ کرے، آخر سونے اور چاندی اور بے شمار اموال کے علاوہ یہ معاہدہ کرکے واپس ہوا کہ وہ اور اشیاء کے علاوہ ہزار ماہ پیکر لڑکیاں ہی سالانہ اسے خراج کے طور پر دیا کرے۔

رچرڈ بھی شیر دل تھا جس کا صلیبی لشکر جس طرف سے گزرا، انسانوں پر حشر برپا کرتا ہوا گزرا۔

عزیزان ملت، سیواجی کی جرأت اور بہادری پر پوری ہندو قوم کو ناز ہے۔ اس لئے کہ اُس نے مسلمانوں کو لوٹنے اور غارت کرنے میں امکان بھر کوشش کی۔ افضل خاں پر دھوکہ سے اچانک حملہ کیا، شہروں کو لوٹ لیا حاجیوں کے قافلوں تک پر ہاتھ صاف کرتا رہا بندہ بیراگی کی درندگی کی گھر گھر تعریف ہے، کہ وہ جدھر سے گزرتا اور نکلتا۔ مسلمانوں کا صفایا کر دیتا۔ سرہند کو محصور کرکے اعلان کیا کہ جو لوگ جامعہ مسجد میں جمع ہو جائیں گے، امان پائیں گے اس کے بعد دھوکہ سے بھری مسجد میں آگ لگا دی، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرکے بچے نکلوا دیئے۔ قتل عام کیا، قبریں تک اکھڑوا کر لاشیں نکلوائیں۔

فرڈی ننڈ۔ کی شجاعت شہرۂ آفاق ہے کہ اس نے سپین اندلس سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا، نہ مسجدیں باقی رکھیں اور نہ خانقاہیں۔ مسلمانوں کو بجبر داخل عیسائیت کیا، لاکھوں زندہ جلائے اور قتل کئے، اور کسی عہد و معاہدہ کا پاس نہ کیا۔

یہ لوگ مجبور تھے کیونکہ ان کے مذاہب کی تعلیم اور ان کے پیشواؤں کی تلقین اور فتاویٰ یہی تھے کہ دشمنوں پر کوئی رحم نہ کیا جائے، ان کی ہر چیز تباہ کر دی جائے۔ ان سے کئے ہوئے وعدوں کا لحاظ نہ کیا جائے انہیں زندگی کا حق نہ دیا جائے۔

انہوں نے جو کچھ اپنے نزدیک ثواب سمجھ کر کیا آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ بڑا بہادر وہی ہے جو مخلوق خدا پر سب سے زیادہ تباہی لائے۔

جاپانیوں کی بہادری کی تعریف ہے کہ وہ ہوائی جہازوں سے بم ہاتھ میں لئے ہوئے گرتے ہیں اور خود اپنی جان دے کر ہزاروں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ بم لے کر تیرتے ہوئے جہاز کے نیچے پہنچتے ہیں، بم مارتے ہیں جہاز کو تباہ کرتے ہیں اور خود بھی معدوم ہو جاتے ہیں۔

جرمن بڑے بہادر ہیں کہ لندن جیسے انسانوں سے بھرے ہوئے شہر پر جھپٹ جھپٹ کر بم برساتے ہیں اور ہزاروں بے گناہوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ انہیں بڑا ناز ہے کہ یورپ کو فتح کر لیا، یہ کوئی نہیں کہتا کہ یورپ کو کھنڈر بنا دیا، غارت کر دیا، بنجر بنا دیا، نہ گرجا باقی رکھا، نہ اسکول، خونِ انسانی کے دریا بہا دیئے اور ایک قیامت صغریٰ برپا کر دی، رات کے سناٹے میں آئے، گولے برسائے اور ہزاروں خون کرکے چل دیئے۔

ایسی اور اس قسم کی دلیریاں جو انسانیت کے لئے صد ہزار لعنت ہوں اور جن سے کائناتِ انسانی کو فائدہ کی بجائے تباہی سے دوچار ہونا پڑے۔ یہ دلیریاں نہیں، ڈکیتیاں ہیں، بزدلی ہے غیر معلوم مدت سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔

بنی اسرائیل کے جہادوں اور جنگوں میں کلہاڑیوں سے پھڑواتا، آروں سے چروانا، شکنجوں میں کسواتا حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرانا، عامۃ الورود واقعات تھے۔ عیسائی جہادوں میں آتش زنی، لوٹ، عصمت دری، قتل عام، اکھاڑی ہوئی لاشوں کے کباب لگانا اور انہیں چٹ کر جانا، اور راہ کی ہر چیز کو جلا ڈالنا اور کسی پر رحم نہ کرنا معمولی بات تھی۔ یہی کھیل ہندو سکھ اور بدھ اپنی جنگوں اور جہادوں میں کھیلتے رہے ان سے دنیا کو تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

برادران ملت۔ اب اسلامی جنگوں کو دیکھئے کہ یہ ہر بنائے تعصب، ملک گیری اور دشمنوں کی نقصان رسانی کے لئے کبھی نہ لڑی گئیں، ان کا مقصد ہمیشہ حتیٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ۔ ترجمہ کہ شر و فتن کی جڑ اکھڑ جائے۔ اور مخلوق خدا راحت اور آرام کی نیند سوئے۔ اسلام نے پہلے روز ہی ذہن نشین کر دیا تھا کہ اسلام کا رب رب العالمین ہے۔ وہ صرف مسلمانوں ہی کا پرورش کرنے والا نہیں ہے۔ ہر قوم کو پالنے والا ہے، ہر قوم کا خالق ہے۔ تمام مخلوق اس کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہ سب کی سنتا ہے۔ سب کو رزق دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک مسلمان ہی نہیں تمام مخلوق عیال اللہ کا درجہ رکھتی ہے وہ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ، ہندوؤں کی تکلیف دیکھ کر دل بے چین ہو جاتا ہے۔ ہر انسان سے اسے محبت والدین کی نسبت ستر درجہ زیادہ ہے اور سب سے اچھا انسان وہی ہے جو اس کی مخلوق سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اور مسلمان اور سچا مسلمان وہی ہے۔ جو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے

آسمان والا اس پر رحم روا رکھتا ہے۔

حاجت روائی مخلوق سب سے افضل عبادت اور سب سے بڑا ثواب ہے۔ کسی کو مساوی فائدہ پہنچانا تو ایک طرف، کسی محض خوش کر دینا یا اس کا پیٹ بھر دینا ہی سب سے بڑا ثواب ہے۔ حکومت اصل میں خدا ہی کی حکومت ہے۔ بادشاہ حقیقی وہی ہے ملک اسی کا ہے۔ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے دنیوی بادشاہ محض اس کے نائب کی حیثیت رکھتے ہیں، جو اپنی طرف سے قانون بنانے کا کوئی مجاز نہیں رکھتے۔ اس کے قانون پر عمل کرانے اور اس پر بندوں کو چلانے کے لئے ہیں۔ دل آزادی اور ظلم بہت بڑے اور خوفناک گناہ ہیں۔ جس قوم کو یہ تعلیم دی گئی ہو وہ کب کسی قوم کو ستانے اور اس کے بندوں پر ظلم کرنے کی خوگر ہو سکتی ہر سچے مسلمان کے پیش نظر خدا کی خوشنودی اور رضا ہوتی ہے اور یہ اس کی منشا پر چلے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور مذاہب کی جو تعلیم تھی اس کے حاملین نے اس کے مطابق کیا۔ ان کے ہاں یہاں دشمنوں کی پامالی اور اقوام غیر کی بربادی ثواب کے لئے ایسا کیا۔ مسلمانوں کے یہاں عذاب دگنا تھا۔ اس لئے وہ اس سے محترز رہے۔ مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا گیا تھا۔ اور صاف ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بلا وجہ جنگ نہ لڑیں، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔ سرسبز کھیتیاں نہ جلائیں، باغات نہ کاٹیں لڑنے والوں کے سوا غیر لڑنے والوں سے نہ بولیں، عورتوں بچوں، بوڑھوں خدمت گزاروں پر ہاتھ نہ اٹھائیں عبادت خانوں کو منہدم نہ کریں، آگ نہ لگائیں قتل عام نہ کریں۔ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو فوراً صلح کر لیں۔ ان سے جو وعدہ کیا جائے۔ اسے پورا کریں۔ اور ہر حالت میں ایسا کریں۔ اس لئے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔

انہیں ایک دستور العمل اور دستور حیات اخلاق قرآن کی صورت میں دے کر یہ وعدہ فرما دیا گیا تھا کہ اس پر کاربند ہو گے تو دنیا میں تمہاری ہی آقائی رہے گی۔"

مجھ ہی سے ڈرو اور کسی سے نہ ڈرو۔ گویا مسلمانوں کی شجاعت دیگر اقوام کے خلاف یہ تھی کہ وہ خدا اور صرف خدا کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ موت ان کے نزدیک ایک راحت تھی یہ ایک پل تھا۔ جس سے گزر کر وہ آقائے حقیقی کے حضور میں پہنچنے کی سعادت حاصل کر لیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ جنت الفردوس زیر سایۂ شمشیر است

تلواروں کے سایہ میں جنت ملتی ہے۔ وہ خدا کے تمام احکام و اوامر کا پاس رکھتے تھے بہ الفاظ دیگر ان کی شجاعت کا راز خدا کی فرمانبرداری میں مضمر تھا اور اس سے مخلوق خدا کو سراسر فائدہ پہنچتا تھا وہ کمزوروں پر نہ کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور نہ کسی پر ظلم کرتے تھے۔ ان کی تلوار جب کبھی اٹھتی تھی تو مظلوم کی حمایت اور انصاف کی خاطر اٹھتی تھی

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شجاع کون ہؤا ہے اور ہو سکتا ہے عرب کے شجاعوں میں کوئی مد مقابل نہ تھا۔ تنہا کھڑے ہو کر عرب جیسے ملک میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیادیں استوار کیں، بہت سی لڑائیاں بھی لڑیں وہ اس خوبی سے کہ کسی طرف زیادہ نقصان نہ ہونے دیا۔ اور تقریباً صرف ایک ہزار نفوس کی قربانی سے عرب کو گہوارۂ رحمت بنا دیا۔

ان کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ سے زیادہ جری کون ہوگا۔ جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ایک قلیل ترین لشکر سے، نہ صرف یہ کہ عرب کو دوبارہ فتح کر کے رکھ دیا اور باغیوں کو قتل کرنے کی بجائے دوسری طرف مشغول کر کے اس عہد کی دو متمدن اور زبردست سلطنتوں سے ٹکرا گئے۔ ایران اور شام تک لشکر گئے مگر اس طرح گئے کہ کسی کھیتی کسی باغ اور کسی شہر میں آگ لگی نہ کسی کو ذرہ برابر نقصان پہنچا کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ حضور نبی کریمؐ نے دشمنوں سے لبریز شہر مکہ کو اس طرح فتح کیا کہ نہ وہاں خون کا ایک قطرہ گرا۔ جنگ حنین میں آن کی آن میں ۶ ہزار قیدی چھوڑ دیئے۔

شجاع تھے حضرت خالد بن ولید اور حضرت علی کرم اللہ وجہ، دلیر تھے۔ صحابہ کرام بیسیوں گنی افواج سے ٹکرا گئے اور شہروں نہیں، سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ لیکن عرب میں، شام میں عراق میں، ایران میں، مصر میں، افریقہ میں نہ کہیں قتل عام کیا اور نہ کہیں آگ لگائی، فتح کے بعد غیر قوموں کو ستانا تو ایک طرف، ان سے وہ سلوک روا رکھا کہ وہ اپنوں کا دور بھول گئے اور انہی کے گن گانے لگے۔ صحابہ اور تابعین کے ایفائے عہد اور پختگی زبان کا یہ عالم تھا جو زبان سے نکل گیا وہ کیا، حمص میں خطرہ بڑھا چھوڑنے لگے۔

موسےٰ طارق اور محمد بن قاسم عرب سے ہزارہا کوس کے فاصلے طے کر کے ایک طرف اسپین اور دوسری طرف ہندوستان پہنچے لاکھوں سے مقابلے ہوئے پوری تاریخ میں ایک مثال نہیں ملتی کہ ان غیر ملکوں اور غیر قوموں میں انہوں نے کوئی غیر شریفانہ قدم اٹھایا ہو کہیں آگ لگائی ہو، کہیں قتل عام کیا ہو، کسی سے کوئی وعدہ کر کے پورا نہ کیا ہو۔

شجاع تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی، صلیبیوں نے کیا کچھ قیامتیں برپا نہ کی تھیں صرف بیت المقدس ہی میں ستر ہزار مسلمانوں کا خون بہایا تھا۔ ہر طرف قتل و غارت سے عام تباہیاں برپا کر کے رکھ دی تھیں۔ سب کچھ کیا تھا۔ انتقام لینا چاہتا تو کسی ایک عیسائی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا، مگر اس نے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہایا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ اس کے نزدیک عیسائی بھی خدا کے بندے تھے۔ بہادری یہ نہیں کہ اسپین اور سسلی کے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ ہندوستان بدھوں سے بالکل خالی کرا لیا گیا۔ بہادری یہ تھی کہ مشرقی یورپ پر پانچ سو برس اور ہندوستان پر آٹھ سو برس حکومت کی۔ مگر آج تک وہاں مسلمانوں کی اکثریت قائم نہ ہو سکی۔

مجاہدین اسلام! عزیزان کرام، حال میں پاکستان کی بھارت سے جو جنگ ہو رہی ہے اس میں امتیاز صرف یہی ہے کہ تم مسلمان ہو اور موت کو شہادت سمجھتے ہو، تم خدا سے ڈرتے ہو۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کافروں پر سخت ہو اور مسلمانوں پر رحمدل ہو۔ تم قرآن پر عامل ہو خدا کے حکم پر چلتے ہو۔ اس لئے کوئی تمہارے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا۔ اور کفار پر تمہاری دہشت ہے، خدائی مدد تمہارے ساتھ ہے، تمہارے اندر جوش اسلام ہے، تمہارے اندر اتفاق اور تنظیم موجود ہے ہندو اور سکھ قوم تمہارے خلاف کھڑی نہیں رہ سکتی۔ یہ فتح و ظفر قرآن اور اسلام کی بدولت نصیب ہوئی۔ جن لوگوں نے قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کیا، خدا تعالےٰ کی رحمت نے انہیں فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا۔

معزز بھائیو! اگر تم کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہو گے، تو آج اس دنیا کو پلٹ دو گے، تم خزانوں کے مالک ہو جاؤ گے تم سلطنتیں فتح کرو گے، تم دہلی کے لال قلعہ پر اسلام کا جھنڈا لہراؤ گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ قرآن پڑھو، قرآن سیکھو، اور قرآن کی پیروی کرو۔

یومِ احتجاج

۲۳ ستمبر بروز جمعہ جمعیۃ علماء اسلام فلم ٹین کمانڈمنٹس کے خلاف یومِ احتجاج منا رہی ہے۔

ابو جہل کی دُعا ★ اور لوگوں کو جنگ کیلئے جوش دلانا

(بشیر احمد ماموں کانجن)

عقبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہو جانے کے بعد ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور جرائت دلائی اور جنگ پہ آمادہ کیا۔

اے لوگو! عقبہ اور شیبہ اور ولید کے قتل ہونے سے گھبراؤ نہیں ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا قسم ہے لات اور عزیٰ کی ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے جب تک ہم ان کو رسیوں میں نہ باندھ لیں گے۔ اور اس کے بعد ابوجہل نے اللہ سے دُعا مانگی۔ اے اللہ ہم میں سے جو قرابتوں کا قطع کرنے والے اور غیر معروف امور کا مرتکب ہو اس کو ہلاک فرما۔ اور ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح اور نصرت دے۔

اس پہ اللہ جل جلال نے یہ آیات نازل فرمائی۔ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وان تنتھوا فھو خیر لکم وان تعودوا نعد ولن تغنی عنکم فئتکم شیئاً ولو کثرت وان اللہ مع المؤمنین۔ اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو دیکھ لو تمہارے سامنے فتح آگئی اب اگر آئندہ کو باز آگئے تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر کرو گے تو ہم بھی پھر ہی کریں گے اور تمہاری جماعت ذرہ برابر تمہارے کام نہ آئے گی اگرچہ وہ جماعت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوجہل کی دعاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے پروردگار اگر (خدانخواستہ) یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں کبھی تیری پرستش نہ ہو گی ایک طرف ابوجہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشغول دعاء تھے۔ اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عریش چھپر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو جہاد و قتال کی ترغیب دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جائے گا حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیگا

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کے اشارے سے ایک مشت خاک لے کر مشرکین کے چہروں پہ پھینک ماری اور صحابہ کو حکم دیا کہ کافروں پہ حملہ کرو۔ مشرکین میں کوئی بھی ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ اور ناک اور منہ میں مٹی نہ پہنچی ہو خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشت خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی دشمن بھاگ اٹھے اور اس بارہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (ترجمہ) اور نہیں پھینکی وہ مشت خاک آپ نے جس وقت کے آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔

یعنی ظاہراً اگرچہ آپ نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی لیکن ایک ہزار لشکر جرار کے ہر فرد کی آنکھ اور ناک میں اس مشت خاک کے ریزوں کا پہنچانا آپ کا کام نہ تھا بلکہ یہ اللہ کا کام اور اس کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا۔ جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ شاہت الوجوہ (یہ چہرے خراب ہوئے) پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزے قریش کی طرف پھینکے اور صحابہؓ کو حملہ کا حکم دیا ایک لمحہ کی مہلت اور ایک لحظہ کا وقفہ نہ گذرا کہ اعداء اللہ کے چہروں پہ حسی اور معنوی ذلت کا غبار چھا گیا اور آنکھیں ملنے لگے اِدھر مسلمانوں نے دھاوا بول دیا۔ ابن شہاب زہری اور عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اس مُشت خاک کی عجب شان بنائی تھی ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو گیا۔ اور بڑے بڑے بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان، خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے۔

رسُول صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تشریف فرما تھے اور سعد بن معاذ دروازہ پہ تلوار لئے ذات قدسی صفات اور ملکی سمات علیہ افضل الصلوات والتحیّات کی حفاظت کر رہے تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ قریش کو گرفتار کرنے میں مشغول ہیں اور سعد بن معاذ کے چہرہ پہ ناگواری کے آثار اس درجہ نمایاں ہیں کہ گویا کراہتہ اور ناگواری کوئی محسوس شئے ہے جو سعد کے چہرہ میں رکھی ہوئی نظر آتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اے سعد غالباً تجھ کو قریش کا گرفتار ناگوار ہے سعد نے عرض کیا (اجل واللہ یا رسول اللہ کانت اول وقعۃ اوقعھا اللہ تعالےٰ باھل الشرک فکان الاثخان فی القتل احب الیّ من استبقاء الرجال۔

(ترجمہ) ہاں۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ یہ پہلا حادثہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اہل شرک پہ نازل فرمایا۔ میرے نزدیک خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کا قتل اور خوں ریزی ان کے زندہ چھوڑنے سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔ جن کے قلوب حق جل و علا کی توحید و تفرید سے لبریز ہو چکے ہوں ان کے دلوں میں خدا کے ساتھ شرک کرنے والے کے لیے کہاں گنجائش ہو سکتی ہے نیز تخلق باخلاق اللہ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ شرک کو معاف نہ کیا جائے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتریٰ اثما عظیما۔

(ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا۔ البتہ جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہو اس کو معاف کر دیتا ہے۔ جس کے لیے چاہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اس نے بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشتر ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگ بنی ہاشم اور دیگر قبائل کے رضاء و رغبت سے نہیں بلکہ قریش کے محض جبر اور اکراہ سے آئے ہیں ان کو قتل نہ کیا جائے۔ ہمیں ان سے قتل و قتال کی ضرورت نہیں لہذا تم میں سے جو شخص ابوالبختری بن ہشام اور عباس بن عبدالمطلب کو پائے تو قتل نہ کرے اس لیے صحابہؓ بجائے قتل کے ان لوگوں کی گرفتار کے درپے تھے۔

چنانچہ مجذر بن زیاد انصاری نے جب ابوالبختری کو دیکھا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تیرے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالبختری کے ساتھ ایک رفیق بھی تھا جو مکہ سے اس کے ساتھ آیا تھا جس کا نام جُنادۃ بن ملیحہ تھا۔ ابوالبختری نے کہا میرا رفیق بھی مجذرؓ نے کہا۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم تیرے رفیق کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صرف تیرے بابت حکم دیا ہے ابوالبختری نے کہا خدا کی قسم یہ مجھ سے ممکن نہیں۔ کہ میں اپنے ساتھی کو چھوڑ دوں۔ کل کو مکہ کی عورتیں مجھ کو یہ طعنہ دیں گی کہ دفقط اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کو چھوڑ دیا۔ اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ کے لیے آگے بڑھا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ
حتی یموت او یرا ے سبیلہ

(ترجمہ) ایک شریف زادہ اپنے رفیق کی اعانت اور دستگیری سے کبھی دست کش نہیں ہو سکتا یہاں تک مرجائے یا اپنا راستہ دیکھے۔

ابوالبختری کا مقابلہ پہ آنا تھا کہ مجذرؓ کی تلوار کا کام تمام کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ والذی بعثك بالحق لقد جهدت ان يستاسر فآتيك به فابى الا ان يقاتلنى فقاتلته فقتلته۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا البتہ تحقیق میں نے پوری کوشش کی کہ ابوالبختری قید ہو جائے اور میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں لیکن نہ مانا یہاں تک مقاتلہ اور مقابلہ کیا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔

بقیہ : اداریہ

نہیں کرتی اس لئے لازم ہے کہ ہم من حیث القوم اپنے گناہوں کا تجزیہ کریں اور ان سے ہاتھ کھینچیں، خدا کی جملہ نافرمانیوں سے باز آجائیں، اُس کی بارگاہ میں گڑگڑائیں، اور صدقِ دل سے توبہ کر کے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں تاکہ اس کی رحمت کا دروازہ وا ہو اور ہماری تمام مشکلات دُور ہو جائیں۔ اندرون ملک بھی ہم خوش حال اور فارغ البال ہوں بیرونِ ملک بھی ہماری ساکھ بنے اور ہمارے تمام بگڑے ہوئے کام بن جائیں۔

ہمارا دعوےٰ ہے کہ یہ پروگرام اپنا کر ہم کبھی بھی خسارے اور ٹوٹے میں نہیں رہیں گے بلکہ دنیا و آخرت میں سرخرو اور کامیاب و کامران ہونگے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسلام کی راہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وماعلینا الا البلاغ۔

★

بقیہ : خطبہ جمعہ

ہونا چاہئے۔ خشونت، بد اخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے نتیجہ کچھ نہیں ——

حاصل

یہ ہے کہ تبلیغ نہایت دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے کرنی چاہئے۔ ترش روئی اور دل آزاری کا انداز ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے۔

مخالفین کے بزرگوں کو بُرا بھلا نہ کہو

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

(پ ۷۔ س الانعام۔ آیت ۱۰۸)

ترجمہ: اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں انہیں بُرا نہ کہو ورنہ وہ بے سمجھی سے زیادتی کر کے اللہ کو بُرا کہیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں مبلغین کو کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جس قوم کو تبلیغ کر رہے ہوں اس قوم کے بزرگوں کو جن کو وہ اپنے اعتقاد میں قاضی الحاجات سمجھ کر سورتے اور پکارتے ہوں اُن کے سامنے بُرا بھلا نہ کہیں کیونکہ اس کے تین نقصانات ہوں گے۔

۱۔ پہلا اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ وہ خود مبلغین کے بزرگوں کو برا بھلا کہیں گے۔ (۲) وقت ضائع ہوگا اور (۳) تیسرا نقصان یہ ہوگا کہ اصل مقصد فوت ہو جائے گا یعنی افہام تفہیم نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ مخالف گروہ ایسے مبلغین کہ جو برا بھلا کہنے والے ہیں کی بات ہی نہیں سنے گا۔

یہاں ایک مسئلہ عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں — اس میں کوئی شک نہیں کہ الٰہِ باطلہ کو "سب" کرنا اگرچہ فی نفسہ مباح ہے۔ مگر فساد کے وقت اس کا ترک "واجب" ہے — لیکن آج کل اکثر مبلغین اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور اپنی تقریروں میں مخالفین کے بزرگوں کو علی الاعلان بُرا بھلا کہہ کر اپنے دلوں سے غیظ و غضب کی بھڑاس نکالتے

ہیں جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا اور مقصدِ تبلیغ فوت ہو جاتا ہے —— چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تبلیغ میں یہ طریقہ اختیار کرنے سے لامحالہ تصادم ہو جاتا ہے اور مختلف گروہوں کے افراد ایک دوسرے کے جلسوں میں بیٹھنا اور تقریریں سننا ہی برداشت نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ سے بجائے افہام و تفہیم کے سخت بُعد اور ایک دوسرے کے خلاف نہ ختم ہونے والا نفرت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

درحقیقت صحیح معنوں میں مبلغ کہلانے کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو تمام امتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیات والتسلیمات کے افراد کو اپنے بدن کے اعضاء و اجزاء سمجھ کر تبلیغ کرے اور اس کے دل میں نوعِ انسانی سے محبت و شفقت کا بے پناہ جذبہ موجود ہو — وہ کسی دوسرے شخص میں دین کی خرابی دیکھ کر اسی طرح بے چین اور مضطرب ہو جائے جس جس طرح اپنے جسم میں کوئی خرابی و بیماری دیکھ کر ہو جاتا ہے اور پھر اس کی اصلاح کے لئے ایسی ہی تدابیر اختیار کرے جس طرح اپنی بیماری رفع کرنے کے لئے کر سکتا ہے۔

غرض صرف اسی صورت میں وہ اچھا مبلغ اور بہترین جماعت کا فرد شمار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو بہتر بننے اور بہترین مخلوقات میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

انجمن اسلامیہ گنج مغلپورہ کے زیر اہتمام

تبلیغی کانفرنس

مورخہ ۲۳ر ۲۴ر ستمبر بروز جمعہ، ہفتہ۔ جامع مسجد نہر والی گنج مغلپورہ کے وسیع میدان میں منعقد ہو گی۔ جس میں حضرت علامہ مولانا دوست محمد قریشی، مولانا عبدالشکور دینپوری، مولانا کوثر نیازی، مولانا محمد اجمل خاں۔ مولانا ڈاکٹر مناظر حسین ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین۔ مولانا منظور احمد شاہ کہروڑوی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت اور مولانا محمد احمد صاحب میاں علی والے تقاریر فرمائیں گے۔

سیکرٹری انجمن اسلامیہ گنج مغلپورہ لاہور

بچوں کا صفحہ

چاریار

عابد نظامی

حضرت ابوبکرؓ

ابوبکرؓ پیارے نبیؐ کے رفیق / وفا اور محبت تھا جن کا طریق
صداقت میں جن کی نہیں ہے مثال / ہے ایثار میں جن کا ثانی محال
ہمارے پیمبرؐ کے تھے یارِ غار / دل و جان سے اُن کے تھے جاں نثار
وہ پہلے خلیفہ تھے سرکارؐ کے / خدا کی خدائی کے سردارؐ کے
شہِ دو جہاںؐ جب پیمبر بنے / ابوبکرؓ پہلے مسلماں ہوتے
نبیؐ نے بنایا تھا ان کو امام / بہت ان کا کرتا ہوں مَیں احترام

حضرت عمرؓ

نبیؐ کے صحابی تھے حضرت عمرؓ / نہایت دلیر اور نہایت نڈر
یہ تاریخ میں ہے، کہانی نہیں / کوئی عدل میں ان کا ثانی نہیں
ہمیشہ رہے وہ پیمبرؐ کے ساتھ / ہمیشہ کئے ان کے مضبوط ہاتھ
کیا فتح روم اور ایران کو / زیادہ کیا دین کی شان کو
وہ نیکی کے کاموں میں تھے سخت تر / رعایا کی رکھتے تھے ہر دم خبر
عمرؓ کی فراست کے قائل ہیں سب / مرے دل میں ہے اُن کا بیحد ادب

حضرت عثمانؓ

نبیؐ کے صحابہؓ جو ذی شان ہیں / انہیں میں سے عثمانِ عفانؓ ہیں
سخاوت میں اُن کی نہیں ہے نظیر / نبیؐ نے بنایا تھا اُن کو سفیر
حیا جو کہ شعبہ ہے ایمان کا / بڑا اس میں رتبہ ہے عثمانؓ کا
ہمارے پیمبرؐ کی دو بیٹیاں / تھیں عثمانِ عفان کی بیویاں
غریبوں کے آتے تھے ہر وقت کام / یہی مشغلہ اُن کا تھا صبح و شام
مرے دل میں ہے اُن کی عزت بڑی / مَیں رکھتا ہوں اُن سے محبت بڑی

حضرت علیؓ

ہمارے نبیؐ کے صحابی علیؓ / کہ بڑھ کر نہیں جن سے کوئی ولی
وہ خاتونِ جنت کے شوہر بھی ہیں / ہمارے نبیؐ کے برادر بھی ہیں
کوئی علم میں ان کا ہمسر نہیں / شجاعت میں بھی اُن سے برتر نہیں
لڑائی میں تھے اس قدر وہ دلیر / نبیؐ نے کہا اُن کو اللہ کا شیر
وہ بوبکرؓ و فاروقؓ کے تھے مشیر / مشیر ایسے جس کی نہیں ہے نظیر
صحابہؓ کا کرتا نہیں جو ادب / خدا کا ہے اس پہ ہمیشہ غضب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴-۱ اگست ۱۹۶۶ء

متفرق مطبوعات

۱- مرد مومن	قیمت ۵۰-۴	محصول ڈاک ۵/۵۰
۲- انوار ولایت	۵۰-۳	۴/۵۰
۳- خلاصۃ المشکوٰۃ	۵۰-۱	۲/۲۵
۴- مجموعہ ۵ تفسیر	۵۰-۱	۲/۲۵
۵- [illegible] احادیث	۵۰	۱/-
۶- شجرہ خاندان عالیہ	۲۵	۳۸/-
۷- خطبات جمعہ مجلد ۹ حصے	۰-۹	۱۰/۵۰
۸- مجلس ذکر ۱۰ حصے	۰-۱۰	۱۱/۵۰
۹- [illegible] القرآن	۴۰	۵۳/-
۱۰- شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	۴۰	۵۳/-
۱۱- مقصد قرآن	۴۰	۵۳/-
۱۲- استحکام پاکستان	۴۰	۵۳/-
اصلی حنفیت	۲۰	۳۳/-
۱۴- نجات المؤمنین کا پروگرام ۸	۱۹	۳۲/-
۱۵- بہشتی اور دوزخی کی پہچان	۱۳	۲۰/-

مطلوبہ کتب کا ہدیہ بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹ ڈاک پیشگی آنا ضروری ہے وی پی ہرگز نہ ہوگا۔ ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا